قرآنِ مجید میں تحریف پر آیت اللہ خوئی کے نظریات کا جائزہ

ڈاکٹر منصور الحمید

تعارف

اثنا عشری شیعوں کے بارے میں بعض حلقوں میں یہ تاثر پایا جاتا ہے کہ وہ قرآن مجید میں تحریف کے قائل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ شیعوں کے نزدیک موجودہ قرآن میں بہت سی آیات، بالخصوص وہ جو حضرت علی کے مناقب میں تھیں، نقل ہونے سے رہ گئیں ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد قرآن کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جو آپ ﷺ کے اہل بیت کے ساتھ ہوا۔ حضرت علی کے پاس اپنا ایک قرآن تھا جسے مصحف علی کہتے ہیں، وہ موجودہ قرآن سے کہیں بڑا تھا۔ شیعوں کے ایک نہایت ہی ممتاز عالمِ دین، آیت اللہ ابوالقاسم خوئی نے، جن کا عراقی اور ایرانی شیعوں پر بڑا اثر ہے، اس معاملے میں شیعہ موقف کو نہایت خوبصورتی سے اپنی تفسیر بیان القرآن کے مقدمے میں واضح کیا ہے۔ اس مقدمے کا انگریزی ترجمہ انٹرنیٹ پر دیکھا جا سکتا ہے۔ اس مضمون سے ان کے اس موقف کے بنیادی استدلال کا جائزہ لینا مقصود ہے جو در حقیقت موجودہ شیعوں کا نمائندہ موقف ہے۔

کبار شیعہ علماء کا موقف

آیت اللہ خوئی کہتے ہیں کہ شیعوں کے بڑے علماء ہمیشہ سے اس کے قائل رہے ہیں کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوا تھا اور اس میں قطعاً کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے نامور شیعہ علماء کے حوالے نقل کیے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ محمد ابن بابویہ المعروف شیخ صدوق نے اسے اثنا عشری فرقے کے عقائد میں شمار کیا ہے۔ شیخ الطائفہ ابو جعفر محمد بن الحسن الطوسی نے نہایت تفصیل سے اس پر اپنی تفسیر التبیان میں بحث کی ہے اور اپنے استاد علام الھدی سید مرتضی کا بھی اس کی تائید میں حوالہ دیا ہے۔ شیخ الطبرسی نے اسے اپنی مشہور تفسیر مجمع البیان میں بیان کیا ہے۔ شیخ جعفر نے اپنی کتاب کشف الغطا کے باب قرآن میں اس کا اثبات کیا ہے اور لکھا ہے کہ اسی پر جمہور علماء کا اجماع ہے۔ علامہ شاہشاہانی نے اپنی کتاب العروۃ الوسقی میں کہا ہے کہ زیادہ تو مجتہدین اسی کے قائل ہیں کہ قرآن میں کسی قسم کی کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔ ملا محسن کاشانی نے اپنی دو کتابوں، الوافی اور علم الیقین میں اسی بات کو دہرایا ہے۔ یہی بات نامور محقق شیخ محمد جواد البلاغی نے اپنی تفسیر علاء الرحمان کے مقدمے میں بیان کی ہے۔

ان کے علاوہ کئی نامور شیعہ علماء، جن میں شیخ مفید، شیخ بہائی اور محقق قاضی نور اللہ شامل ہیں، کے بارے میں معروف ہے کہ وہ قرآن مجید میں کسی بھی قسم کی تحریف کو نہیں مانتے تھے۔ یہاں تک کہ وہ شیعہ علماء جو اہل بیت کی فضیلت کے شد و مد سے قائل ہیں، انہوں نے بھی قرآن میں کسی کمی بیشی کو نہیں مانا ہے حالانکہ وہ یہ دلیل دے سکتے تھے کہ جو نسخے حضرت عثمانؓ نے جلائے، ضرور ان میں اہل بیت کی فضیلت کے بارے میں کچھ آیات رہی ہوں گی۔

یہ ثابت کرنے کے بعد کہ شیعوں کے بڑے علماء قرآن مجید میں تحریف کے قائل نہیں ہیں، آیت اللہ خوئی نے اُن روایات پر بحث کی ہے جو یہ بیان کرتی ہیں کہ قرآن مجید میں کچھ کمی بیشی ہوئی ہے۔ یہ روایات سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں میں ہیں۔ انہوں نے پہلے سنی روایات اور بعد میں شیعہ روایات کو نقل کر کے ان پر بحث کی ہے۔

سنی علماء میں تحریف کی روایات

اہل سنت کے بعض علماء اس کے قائل ہیں کہ قرآن مجید میں بعض آیات یا سورتیں نازل ہوئی تھیں لیکن وہ اب موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ آیت اللہ خوئی نے سنی علماء کی کتابوں سے اس سلسلے میں کل تیرہ روایات نقل کی ہیں۔ ان میں ایک بخاری میں ہے، دو مسلم میں، ایک مسند احمد بن حنبل میں، سات سیوطی کی اتقان فی علوم القرآن میں اور دو منتخب کنزالعمال میں۔ اختصار کی غرض سے یہاں صرف بخاری اور مسلم کی روایات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔

بخاری میں ہے:- ''بے شک اللہ تعالی نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا اور اُن پر اپنی کتاب نازل کی۔ اس میں آیت رجم بھی تھی۔ چنانچہ ہم نے اسے پڑھا، سمجھا اور یاد کیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی بنا پر رجم کیا اور ان کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ مجھے اندیشہ ہے کہ لوگوں پر کچھ زیادہ عرصہ نہیں گزرے گا کہ کہنے والے کہیں گے کہ ہم تو رجم کی آیت اللہ کی کتاب میں کہیں نہیں پاتے اور اس طرح اللہ کے نازل کردہ ایک فرض کو چھوڑ کر گمراہ ہوں گے۔ یاد رکھو رجم اللہ کی کتاب میں ہر اس مرد و عورت پر واجب ہے جو شادی کے بعد زنا کرے۔'' (بخاری رقم ۶۸۳۰)

صحیح مسلم میں ہے: ابوالاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو موسی اشعریؓ نے بصرہ کے قاریوں کو بلوا بھیجا اور وہ سب تین سو قاری ان کے پاس آئے اور انہوں نے قرآن پڑھا۔ ابو موسی نے ان سے کہا کہ تم بصرہ کے سب لوگوں سے بہتر ہو کیونکہ تم لوگ قاری ہو۔ تو قرآن پڑھتے رہنا (لیکن ذرا خیال رکھنا) کہ تمہارا لمبی مدت تک قرآن پڑھنا تمہارے دل کو کہیں ویسا ہی سخت نہ کر دے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں کا ہو گیا تھا۔ اور ہم ایک سورت پڑھا کرتے تھے جو اپنی طوالت اور وعیدوں میں سورت براۃ کے برابر تھی۔ پھر میں اسے بھول گیا مگر اس کی یہ آیت یاد رہ گئی:۔ اگر آدمی کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو پھر بھی وہ تیسری وادی کو ڈھونڈتا رہے گا۔ آدمی کا پیٹ تو بس (قبر کی) مٹی ہی بھر سکتی ہے۔ اور ہم ایک اور سورت پڑھا کرتے تھے اور اس کو مسبحات میں سے ایک سورت سمجھتے تھے۔ میں اسے بھی بھول گیا ہوں مگر اس کی یہ آیت یاد ہے: اے ایمان والو، وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔ وہ تمہاری گردنوں میں گواہی کے طور پر لکھ دی جاتی ہے اور قیامت کے دن اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ (مسلم حدیث ۲۲۸۶)

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے: حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ قرآن میں نازل ہوا تھا کہ دس بار دودھ چوسنا حرمت کا سبب ہے پھر اس آیت کو منسوخ کر کے پانچ بار دودھ چوسنا حرمت کا سبب نازل ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک اسی کو قرآن میں پڑھا جاتا تھا۔ (مسلم حدیث ۳۵۹۷)

تحریف کی روایات پر نقد

۱۔ منسوخ التلاوت کا حکم کس نے دیا؟

آیت اللہ خوئی کہتے ہیں کہ ان روایات کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نازل تو ہوئی تھیں مگر اب ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تلاوت کو منسوخ کیا تھا؟ اگر ایسا ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ ظاہر ہے ایسی کوئی ایک بھی روایت نہیں ہے جس میں آپ ﷺ سے ایسا کچھ منقول ہوا ہو۔ بلکہ روایات سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر کچھ منسوخ ہوا ہے تو رسول اللہ ﷺ کے بعد ہوا ہے۔

۔اگر رسول ﷺ نے انہیں منسوخ نہیں کیا تو کیا آپ ﷺ کے خلفاء نے ایسا کیا ہے؟ اگر ایسا کچھ ہوا ہوتا تو ضرور عام صحابہ کی طرف سے اس پر کچھ اعتراضات ہوتے۔ پھر یہ بات بھی ہے کہ تین خلفاء کے بعد جب حضرت علیؓ خلیفہ بنے تو ان کے لیے سنہری موقع تھا کہ وہ آیات یا سورتیں جو قرآن میں شامل ہونے سے رہ گئی تھیں، انہیں قرآن میں شامل کرتے۔ لیکن جیسا کہ معلوم ہے انہوں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے قرآن وہی تھا جسے آج تک مصحف عثمانی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوئی ہے۔

۲۔اخبار احاد سے قرآن میں ترمیم نہیں ہو سکتی

حدیث کی روایات اخبار احاد سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ قرآن تواتر سے ثابت ہے۔ ان روایات کی بنا پر اگر یہ مانا جائے کہ قرآن میں کچھ آیات منسوخ ہوئیں ہیں جو اب موجودہ قرآن میں نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم روایات کو جو اخبار احاد ہیں، قرآن پر جو تواتر سے ثابت ہے، حاکم بنا رہے ہیں۔ جبکہ علماء اس کے قائل رہے ہیں کہ اخبار احاد کی بنا پر قرآن کی کسی آیت کو منسوخ یا اس میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ امام شافعی اور بعض دیگر علماء نے تو یہ بھی کہا ہے کہ اگر کوئی روایت تواتر کا درجہ رکھتی ہو اور مشہور بھی ہو تب بھی وہ قرآن کی کسی آیت کو منسوخ نہیں کر سکتی۔ یہی بات احمد ابن حنبل سے بھی منقول ہے۔

قرآن میں تحریف کی شیعہ روایات اور ان کی وضاحت و نقد

بعض روایات میں بیان ہوا ہے کہ قیامت کے روز لوگ رسول اللہ ﷺ سے شکایت کریں گے کہ آپ ﷺ کے بعد لوگوں نے قرآن میں تحریف کی۔ مثال کے طور پر علی بن ابراہم القمی حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ"، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" قیامت والے دن لوگ پانچ جھنڈوں تلے میرے پاس آئیں گے۔ آگے روایت میں ہے پھر رسول اللہ ﷺ ان سے پوچھیں گے کہ میں جو دو چیزیں تمہارے پاس دنیا میں چھوڑ کر آیا تھا، یعنی قرآن اور میرے اہل بیت، تو آپ لوگوں نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس پر ایک گروہ یہ کہے گا کہ جہاں تک قرآن کا معاملہ ہے ہم نے اس میں تحریف کی اور اسے چھوڑ دیا۔ رہے آپ کے اہل بیت تو ان کی توہین کی، ان سے نفرت کی اور ان سے ظلم کیا۔ دوسرا گروہ کہے گا کہ قرآن میں تو ہم نے تحریف کی، اسے ٹکڑے کر کے پھینک دیا اور اہل بیت کے ہم خلاف ہو گئے اور ان کے خلاف جنگ کی۔" شیعہ کتابوں میں اس طرح کی تقریباً بیس روایات نقل ہوئی ہیں۔ ان سب روایات میں قرآن کی تحریف سے مراد لفظی تحریف نہیں بلکہ معنوی تحریف ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد لوگوں نے قرآن کی آیات کی غلط تفسیر کی اور قرآنی تعلیمات کو چھوڑ دیا۔

بعض روایات میں یہ بیان ہوا ہے کہ شیعہ اماموں کے نام قرآن کی آیات میں موجود تھے جو اب نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر الکافی کی ایک روایت ہے کہ ابو الحسن (امام علی بن موسی رضا) نے فرمایا: ہر نبی کے صحیفے میں ولایت علی کا تذکرہ تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اگر قرآن ویسا ہی پڑھا جاتا جیسا کہ نازل ہوا ہے تو لوگ اس میں ہمارا نام پاتے۔ الکافی نے امام محمد الباقر سے روایت نقل کی ہے کہ جبرائیل اصل میں یہ آیت لے کر نازل ہوئے تھے۔ وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا۔۔ فی علی۔۔ فاتو بسورۃ من مثلہ۔ اس طرح کی روایات کی ایک توجیہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ قرآن مجید کا ایک حصہ تو وہ ہے جس کی تلاوت کی جاتی ہے لیکن ایک ایسا

بھی ہے جو اس کی تشریح کے لیے جبرئیل لے کر نازل ہوئے تھے۔ تاہم اگر یہ توجیہ قابل قبول نہیں ہے تو پھر ایسی تمام روایات کو باطل سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ قرآن مجید کے محفوظ ہونے کے نقطہ نظر سے ٹکراتی ہیں۔ ان روایات کے باطل ہونے کا ایک ناقابل تردید ثبوت یہ بھی ہے کہ اگر امام علی یا آئمہ کا ذکر قرآن میں ہوتا تو غدیر کے موقع پر جب یہ آیت نازل ہوئی کہ اے نبی جو وحی آپ پر کی جا رہی ہے اس کا اظہار کر دیجئے، اللہ آپ کو دشمنوں سے بچائے گا۔ اس لیے اگر قرآن میں امام علی کی امامت کا کوئی ذکر ہوتا تو سب ہی لوگ مان لیتے۔ نہ ہی اس پر بحث و تکرار ہوتی اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کو صحابہ کو اس پر قائل کرنے کی ضرورت پیش آتی۔ یاد رہے کہ غدیر، حجۃ الوداع کے بعد ہوا ہے اور تب تک تقریباً سارا ہی قرآن نازل ہو چکا تھا۔

جن روایات میں قرآن میں تحریف کا ذکر ہے وہ سب کی سب کمزور ہیں اور انہیں اس بنا پر بھی رد کر دینا چاہیے کہ وہ قرآن سے جو تواتر سے ثابت ہے، سے ٹکرتی ہیں۔ الوافایہ کے شارع محقق البغدادی نے محقق الکراکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ہر وہ روایت جو یہ بیان کرتی ہو کہ قرآن میں کچھ آیات نقل ہونے سے رہ گئیں ہیں، ان کی یا تو توجیہ کی جائے گی یا انہیں مسترد کر دیا جائے گا۔ امام جعفر الصادق سے صحیح اسناد سے روایت ہے کہ راویات میں سے صرف انہی کو قبول کرو جو قرآن کے مطابق ہیں، بقیہ کو چھوڑ دو اور ایک دوسری سند سے ان کا کہنا ہے کہ جب تم دو ثقہ لوگوں سے ایک ہی واقعہ کے بارے میں متخالف روایت دیکھو تو اسے قرآن سے پرکھو، اس کو لو جو قرآن سے مطابقت رکھتی ہو اور اسے چھوڑ دو جو اس کے خلاف ہو۔ (الوسائل، جلد سوم)

مصحف علی

کئی روایات میں بیان ہوا ہے کہ حضرت علی کے پاس اپنا ایک صحیفہ تھا جس میں بہت سی ایسی باتیں تھیں جو موجودہ قرآن میں نہیں ہیں۔ آپ نے اسے صحابہ کے سامنے پیش کیا لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا۔ یہ مصحف علی موجودہ قرآن سے بڑا تھا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تحریف ہوئی ہے۔ مثال کے طور پر روایت ہے کہ حضرت علی نے کہا کہ 'جو قرآن میرے پاس ہے اس میں ہر آیت جو نازل ہوئی اور ہر آیت کی تفسیر کہ کیا حرام ہے کیا حلال ہے اور ہر وہ شئے جس کی اس امت کو قیامت تک ضرورت ہے، رسول اللہ ﷺ نے مجھے لکھوائی، یہاں تک کہ اگر کسی کو خراش آجائے تو اس کی دیت کیا ہو گی، سب اس میں ہی ہے۔' (مقدمہ تفسیر البرھان صفحہ ۲۸) ایک اور روایت میں وہ اپنے اس صحیفے کی تعریف میں کہتے ہیں کہ 'یہ ایک مکمل کتاب ہے جس میں تمام نازل کردہ آیات، ان کی تفسیر و تشریح، ناسخ و منسوخ کی تفصیل، مختصر یہ کہ الف سے لام تک کی تفصیل ہی ہے'۔ (مقدمہ تفسیر الصافی صفحہ ۲) الکافی میں روایت ہے کہ امام محمد باقر نے فرمایا کہ کوئی یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ اس پاس مکمل قرآن ہے سوائے رسول اللہ ﷺ کے جانشینوں کے'۔ (الوافی کتاب الحجہ باب ۷۶ صفحہ ۱۳۰) اور الکافی ہی میں جابر سے روایت ہے کہ انہوں نے امام محمد باقر سے سنا کہ جو کوئی یہ کہتا ہے کہ اس کے پاس مکمل قرآن ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ سوائے امام علی اور بقیہ اماموں کے کسی نے بھی اس اسے اس طرح سے محفوظ نہیں کیا جیسا کہ وہ نازل ہوا تھا۔ (الوافی کتاب الحجہ باب ۷۶ صفحہ ۱۳۰)

ان تمام باتوں کا جواب نہایت سادہ ہے۔ امام علی کے پاس جو صحیفہ تھا اس میں وہ آیات جو نازل ہوئیں، اپنی نزولی ترتیب کے مطابق شامل تھیں اور اس کے علاوہ ان کی تاویل و تفسیر بھی جو آپ نے رسول اللہ ﷺ سے سن کر لکھی تھی۔ اسی وجہ سے وہ صحیفہ موجودہ قرآن سے ضخامت میں بہت بڑا تھا۔ اس لیے مصحف علی سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ شیعہ قرآن میں تحریف کے قائل ہیں۔

اوپر کی اس ساری وضاحت کا خلاصہ دو سطروں میں شیعہ ویب سائٹ وکی شیعہ پر شیعہ قرآن کے عنوان کے تحت یہ دیا گیا ہے کہ خوئی کہتے ہیں کہ سنی اور شیعہ دونوں اس پر متفق ہیں کہ موجودہ قرآن میں کوئی اضافہ نہیں ہوا تاہم اس میں اختلاف ہے کہ کیا اس میں کچھ کمی بھی ہوئی ہے۔ جمہور شیعہ علماء کے نزدیک اس میں کوئی کمی بھی نہیں ہوئی۔ (http://en.wikishia.net/view/Qur%27an#Integrity)

آیت اللہ خوئی کے نظریات کا تنقیدی جائزہ

آیت اللہ خوئی نے بڑی خوبی کے ساتھ اس بات کو واضح کیا ہے کہ شیعوں کے بڑے علماء ہمیشہ سے اس کے قائل رہے ہیں کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا اور اس میں کوئی تحریف نہیں ہوئی ہے۔ امت کی وحدت کے نقطہ نظر سے یہ بات بڑی اہمیت کی ہے۔ اسے مناظرہ بازی کے جوش میں تقیہ کا نام دے کر رد نہیں کرنا چاہیے۔ جن سنی علماء نے، الزام در الزام کی روسے ہٹ کر اس کا مطالعہ کیا ہے انہوں نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ کبار شیعہ علماء کی بڑی اکثریت قرآن میں تحریف کی قائل نہیں ہے۔ تاہم یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شیعہ علماء میں سے چند اس کے قائل رہے ہیں۔ مشہور انسائیکلو پیڈیا، وکی پیڈیا میں قرآن مجید کے بارے میں شیعہ نقطہ نظر کے عنوان کے تحت دس شیعہ علماء کے نام گنوائے گئے ہیں جو تحریف قرآن کے قائل رہے ہیں۔ ان میں پرانے علماء میں سے نوری طبرسی اور کلینی اور جدید علماء میں سے آغا بزرگ تہرانی (وفات ۱۹۷۰) شامل ہیں۔

https://en.wikipedia.org/wiki/Shia_view_of_the_Quran#Shia_scholars_who_supported_Qur'anic_distortion

جب ایسے شیعہ علماء جو تحریف قرآن کے قائل ہیں، کی تحریریں شائع ہوتی ہیں اور نقل در نقل ہو کر مسلمانوں اور غیر مسلموں تک پہنچتی ہیں تو ان سے ایسا لگتا ہے کہ مسلمان ایک قرآن پر بھی متفق نہیں ہیں۔ اس لیے اس ساری بحث کا روئے سخن سنی مسلمانوں کی طرف نہیں بلکہ شیعہ مسلمانوں کی طرف ہونا چاہیے۔ انہی کو یہ بات سمجھانے کی زیادہ ضرورت ہے کہ اگر قرآن میں کوئی کمی بیشی ہوئی ہوتی تو امام علی اپنے زمانہ خلافت میں ضرور اسے درست کر دیتے، لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لیے یہ ماننا لازم ہے کہ موجودہ قرآن وہی ہے جو نازل ہوا تھا۔

جن روایات کی بنا پر قرآن مجید میں اضافہ یا کمی مانی گئی ہے وہ سنی اور شیعہ دونوں کی کتابوں میں ہیں۔ شیعہ کتابوں میں ایسی روایات کی توجیہ آیت اللہ خوئی نے یہ کی ہے کہ یہ قرآن کی تفسیر ہیں جو جبرائیل نے حضور کو سکھلائی تھیں۔ تاہم خوئی یہ کہتے ہیں اگر یہ توجیہ قابل قبول نہیں ہے تو پھر ان روایات کو مسترد کر دینا چاہیے۔ کیونکہ یہ بہر حال یہ اخبار احاد ہیں اور قرآن جو تواتر سے ثابت ہے کے خلاف ہیں۔ یہ اصول بہت تابناک ہے لیکن اس

کا اطلاق الکافی اور شیعوں کی دیگر کتابوں پر بھی ہونا چاہیے۔ ایسی تمام روایات کی تنقیح کرنا شیعہ علماء پر قرض ہے۔ اس تنقیح کا اصول وہی ہے جو امام جعفر الصادق سے منسوب ہے کہ اگر دو ثقہ اشخاص متضاد روایت کریں تو جو قرآن کے مطابق ہو اسے لے لیا جائے اور دوسری کو چھوڑ دیں۔

سنی کتابوں میں ایسی روایات کے بارے میں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نازل تو ہوئیں تھیں لیکن ان کی تلاوت منسوخ ہو گئی ہے۔ اس لیے یہ موجودہ قرآن کا حصہ نہیں ہیں۔ آیت اللہ خوئی کے نزدیک ایسا کہنا گویا یہ ماننا ہے ہے قرآن مجید میں کمی ہوئی ہے۔ ہمارے خیال میں یہ بات بہت اہم ہے اور اس کا تعلق ان

اصولی بحثوں سے ہے کہ کیا سنت سے قرآن کی آیت منسوخ ہو سکتی ہے؟ قرآن مجید میں منسوخ آیات کا ذکر ہے اور جن سے منسوخ ہوئیں ان کا بھی ذکر ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ منسوخ التلاوت آیات کا روایات میں تو ذکر ہے مگر قرآن میں نہیں ہے؟

منسوخ التلاوت آیات کے بارے میں مولانا اصلاحی کا نقطہ نظر بھی بڑا اہم ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ناسخ اور منسوخ دونوں کو قرآن میں ہونا چاہیے۔ ا(اس لیے منسوخ التلاوت کوئی چیز نہیں۔) بخاری میں رجم کی روایت کے بارے میں ان کا کہنا یہ ہے کہ رجم تو قرآن میں سورہ مائدہ کی آیت سے ثابت ہوتا ہے۔ اس روایت سے نہیں۔ کیونکہ اگر اسے اور اس طرح کی دیگر روایات کو مان لیا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے خبر واحد قرآن کے تواتر کے اوپر حاکم ہے اور یہ ممکن نہیں۔ قرآن میں رسول اللہ صلی اللہ لیہ وسلم کی زبانی یہ کہلوایا گیا" کہہ دو مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنے جی سے اس میں ترمیم کروں۔ میں تو بس اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر آتی ہے۔" (سورہ یونس آیت ۱۵)۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے یہ حق نہیں دیا کہ وہ قرآن میں ترمیم کر سکیں تو ان سے منسوب حدیث میں ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔ رجم کی بخاری کی روایت اور حدیث کی دیگر کتابوں میں اسی نوعیت کی روایات جو یہ کہتی ہیں کہ قرآن میں یہ آیت یا یہ سورت بھی نازل ہوئی تھی جن کی تلاوت اب منسوخ ہو گئی ہے، کے بارے میں مولانا اصلاحی کہتے ہیں کہ یہ سب باطل ہیں کیونکہ قرآن مجید کے تواتر کے خلاف ہیں اور ان کو ماننے کا مطلب یہ ہے کہ حدیث قرآن مجید کے اوپر حاکم ہے اور قرآن کی آیات کو منسوخ کر سکتی ہے۔

تمام شیعہ علماء کی طرح خوئی بھی مصحف علی کے قائل ہیں اور کہتے ہیں: "اس بات میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیے کہ امیر المومنین علیہ السلام کے پاس ایک مصحف موجود تھا جس کی سورتوں کی ترتیب موجودہ قرآن سے بالکل مختلف تھی۔ نامور علماء کا اس پر اجماع ہمارے لیے کافی ہے۔ اس کے اثبات کے لیے مزید کسی تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ (بیان القرآن صفحہ ۲۲۲)

گویا مصحف علی کی سند یہ ہے کہ نامور علماء کا اس پر اجماع ہے۔ لیکن یہ نامور علماء تو وہ لوگ ہیں جو حضرت علیؓ کی وفات کے سینکڑوں سالوں کے بعد شیعہ علماء کی حیثیت سے جانے پہچانے گئے۔ صحابہ، تابعین اور سنی علماء کے ہاں تو اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (سیوطی نے اتقان میں اس کا ذکر کیا ہے مگر سیوطی ضعیف روایات کو نقل کرنے میں بدنام ہیں۔) آیت اللہ خوئی نے اس کی تائید میں طبرسی کی روایت کا حوالہ دیا ہے۔ طبرسی چھٹی صدی ہجری کے شیعہ محدث ہیں۔ گویا اس سے پہلے کے کسی محدث کی روایت کا حوالہ وہ مستند نہیں سمجھتے۔ مشہور کتاب، اصلاح شیعہ کے مصنف، ڈاکٹر موسی الموسوی، ایک زمانے میں نجف میں آیت اللہ خوئی کے شاگرد رہے ہیں۔ اپنی کتاب اصلاح شیعہ میں انہوں نے اپنے استاد خوئی کے ساتھ اس موضوع پر بحث کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

— "میں نے مصحف کے موضوع پر علامہ کبیر خوئی سے گفتگو کی تو موصوف نے بھی طبرسی کی مذکورہ روایت کے علاوہ کوئی نئی چیز پیش نہیں کی تھی۔ ہماری بحث تند و تیز بحث و جدل پر ختم ہوئی۔ میں اس پر اللہ تعالی سے معافی کا خواستگار ہوں اگر میں نے اپنے استاد گرامی کے ادب و احترام میں تجاوز کیا جن سے میں نے کچھ وقت فقہ اور اصول فقہ کا درس لیا۔ یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں نجف میں زیر تعلیم تھا۔" (اصلاح شیعہ صفحہ ۲۳۲)

مصحف علی کی اس روایت کو طبرسی نے اپنی کتاب الاحتجاج میں نقل کیا ہے۔ روایت میں حضرت علی کہتے ہیں:

"اے طلحہ! ہر وہ آیت جو اللہ نے محمد رسول اللہ پر نازل فرمائی، میرے پاس اپنے ہاتھ سے لکھی ہوئی اور رسول اللہ کی ملاء کرائی ہوئی موجود ہے۔ ہر آیت کی تاویل بھی جو اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری اور ہر حلال و حرام اور ہر وہ حکم جس کی اس امت کو قیامت تک ضرورت پڑ سکتی ہے، سب میرے پاس، حضور ﷺ کی املا اور میرے ہاتھ سے لکھا ہوا موجود ہے یہاں تک کہ خراش کا جرمانہ بھی مذکور ہے۔"

سند کے حوالے سے یہ روایت غریب ہے۔ اس کے متن پر بھی یہ اعتراض اٹھتا ہے کہ اس روایت کی رو سے اللہ تعالی کی طرف سے دو چیزیں نازل ہوئیں۔ ایک متن قرآن جو سب کے پاس ہے اور دوسرے اس کی تشریح جو صرف حضرت علی کو املا کرائی گئی۔ سوال یہ ہے کہ کیا قرآن کی کوئی ایسی شرح بھی ہے جو اللہ تعالی کی طرف سے نازل ہوئی ہو؟ اور اگر بالفرض ایسی کوئی ہے بھی تو کیوں رسول اللہ ﷺ نے صرف حضرت علی ہی کو یہ سب بتایا، از روئے قرآن تو آپ پر تمام صحابہ کو بتانے کی ذمہ داری تھی۔

مصحف علی کی تائید میں طبرسی کی اس روایت کے علاوہ شیعہ علماء کی طرف سے احمد بن ابی یعقوب (وفات ۲۸۴ھ) کی تاریخ یعقوبی اور السجستانی (وفات ۳۱۶ھ) کی کتاب المصاحف کا بھی حوالہ دیا جاتا ہے۔ ان روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت منعقد ہونے کے بعد حضرت علیؓ گھر میں بیٹھ گئے اور قرآن کی تالیف کا کام شروع کر دیا۔ چھ مہینے تک وہ جمعے کی نماز کے علاوہ گھر سے باہر نہیں نکلے۔ چھ ماہ بعد وہ اپنے غلام کے ہمراہ تالیف کردہ قرآن کو جس کا وزن اتنا زیادہ تھا گویا کہ ایک اونٹ کا سامان ہو، لے کر سرکردہ صحابہ کے پاس آئے لیکن ان اصحاب رسول نے کہا اسے واپس لے جاو، ہمیں اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اس پر حضرت علیؓ نے کہا، واللہ، تم لوگ اسے دوبارہ نہیں دیکھو گے۔ اور قرآن کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے واپس چلے گئے کہ ''یارب میری قوم کے لوگوں نے اس قرآن کو بالکل نظر انداز کر دیا'' (سورہ فرقان آیت ۳۰)۔ ان روایات کے مطابق اس قرآن کو نزولی ترتیب کے مطابق جمع کیا گیا تھا اور اسے سات حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ اس میں کل ۱۰۹ سورتیں تھیں۔ پانچ سورتیں جن میں سورہ فاتحہ، سورہ الرعد، سورہ سبا، سورہ تحریم اور سورہ علق اس میں شامل نہیں تھیں۔ اس قرآن کا کوئی نسخہ اس وقت موجود نہیں ہے لیکن شیعہ علماء کا کہنا یہ ہے آئمہ معصومین کے پاس یہ موجود تھا پھر بارہویں امام کے ساتھ ہی یہ بھی غائب ہو گیا اور اب ان کے ساتھ ہی نمودار ہو گا۔

ان روایات اور طبرسی کی روایت میں نمایاں تضاد یہ ہے کہ طبرسی کی روایت کے مطابق اس کی املاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروائی جبکہ ان روایات کے مطابق اسے حضرت علیؓ نے چھ ماہ گھر میں بیٹھ کر خود لکھا بلکہ بعض لوگ تو کہتے ہیں کہ صرف تین دن میں لکھ ڈالا۔ طبرسی کی روایت کے مطابق اس میں قرآن کی ہر آیت اور اس کی تفسیر موجود تھی جبکہ ان روایات کے مطابق اس میں قرآن کی پانچ سورتیں ہی نہیں تھیں۔ سب سے بڑا اعتراض یہ ہے کہ جب حضرت علیؓ خلیفہ بنے تو آپ نے اسے کیوں شائع نہیں کیا اور اگر مصحف عثمانی کے بعد اس کی اہمیت ختم ہو گئی تھی تو کیوں آئمہ معصومین اسے سنبھالے رہے اور اب یہ امام غائب کے ظہور کے ساتھ ہی ظہور پذیر ہو گا۔ صاف ظاہر ہے کہ ایسا کوئی قرآن تھا ہی نہیں، اگر ہوتا تو حضرت علیؓ کے زمانہ خلافت ہی میں اس کی اشاعت ہو گئی ہوتی۔ اصل بات یہ ہے کہ تدوین قرآن کا جو تاج حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے سروں پر ہے وہ شیعہ حضرات کو کسی طور بھایا نہیں اسی لیے یہ روایت گھڑی گئی کہ حضرت ابو بکرؓ کے تدوین قرآن سے پہلے ہی حضرت علیؓ اس کام میں مصروف ہو گئے تھے اور قبل اس کے کہ زید بن ثابت کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی کہ وہ قرآن جمع کریں، امام علیہ السلام یہ سب تن تنہا کر کے لے آئے مگر وائے افسوس اس کو رد کر دیا گیا۔

خلاصہ بحث

نامور شیعہ علماء کے نزدیک موجودہ قرآن وہی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ نہ اس میں کوئی اضافہ ہوا ہے نہ ہی کوئی کمی۔ جن سنی اور شیعہ روایات میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن میں یہ آیت اور یہ سورت بھی تھی انہیں اس بنا پر رد کیا جانا چاہیے کہ حدیث سے قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں ہو سکتی۔ آیت

اللہ خوئی کے ان تشریحات کی زیادہ ضرورت ان شیعہ علماء کو ہے جو گاہے گاہے ایسے قرآن شائع کرتے رہتے ہیں جن میں تحریف قرآن کی روایات درج ہوتی ہیں۔
مصحف علی کی روایت غریب ہے اور اس کے متن میں تضادات ہیں۔ یہ سارا قصہ گھڑا ہوا ہے۔ ایسا کوئی قرآن تھا ہی نہیں۔